نقدِ استشراق کے لیے قدیم مسلم فکر سے استفادہ (ابن حزم کی آراء کا خصوصی مطالعہ)

ڈاکٹر مفتی محمد ہارون ☆

صہیب جمیل ☆☆

Abstract

The enemies of Islam ,since earliest times ,have been striving hard to create doubts about the "Divine status " of the Holy book of Muslims ,i.e. Quran resulting an endless storm of objections which were roused by different individuals and organizations. One objection, among numberless, was that there are great many contradictions among verses, leading to doubts. In these objections such verses were presented which were complicated and complex in nature and required a deep insight upon the language and the scholarly nature of the subject. In 5th century A.H, a Jewish rabbi, a scholar in his article ,presented handful of (what he believed)contradictions which were aptly answered by a great contemporary Muslim scholar *Allama Ibne Hazam Alundlasi* in his book entitled *Al Radd ala Ibn-e- Naghrela Alyahudi*. *Allama Ibne Hazam Alundlasi* in his article adopted a unique concise and very comprehensive method, which even today, is highly needed to be adopted to counter the onslaught of the foe. In his answer to those objections raised by Jewish scholar, *Allama Ibne Hazam Alundlasi* gave great many references from the text of Old Testament which bespeak of his great and deep insight into this ancient religion and the original sources.

Keywords: *Allama Ibne Hazam Alundlasi, Al Radd ala Ibn-e-Naghrela Alyahudi,* Old and New Testament, contradictions.

قرآن مجید مرکز رشد وہدایت ہے، نکات وعجائبات کا سرچشمہ اور علوم واسرار کا بحر بیکراں ہے، جس کی پنہائیوں اور گہرائیوں کا اندازہ انسانی خرد نہیں کرسکتی۔ اس معجز کلام کا لفظ لفظ اور حرف حرف معجز ہے جو اپنے اندر بے پناہ علوم ومعارف لیے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے سابقہ تمام الہامی کتب پر فضیلت وفوقیت حاصل ہے۔ اس تفوق وبرتری کی بہت ساری وجوہات ہیں جن میں سے سب سے اہم اس کا چیلنج ہے کہ اس جیسی ایک آیت بھی بنا کر دکھاؤ۔ قرآن مجید کا دعوی ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے,

* لیکچرر شعبہ اسلامی وعربی علوم یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

☆☆ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور

اگر یہ کسی مخلوق کا کلام ہوتا تو اس میں جا بجا اختلاف اور تناقض ہوتا۔ اس کلام کا اختلاف و تناقض سے پاک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اگرچہ تحریکِ استشراق کا عملی طور پر آغاز ایک قول کے مطابق صلیبی جنگوں کے بعد ہوا مگر اس کی فکری بنیادوں کا کھوج لگایا جائے تو اس کا سِرا نبی کریم ﷺ کے زمانے سے جا ملتا ہے۔ آپ ﷺ کے زمانے کے کفار و مشرکین کا بھی یہی دعوی تھا کہ یہ کلام، اللہ کا نہیں ہے بلکہ نبی ﷺ تو کسی انسان سے سیکھ کر اسے پیش کر دیتے ہیں[1]، اسی وجہ سے قرآن مجید نے چیلنج کر دیا کہ اگر یہ مخلوق کا کلام ہے جیسا کہ تمہارا زعم ہے تو پھر اس جیسی کوئی ایک آیت بنا کر دکھا دو[2]۔ اور آج تک کوئی بھی اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا۔ بالکل اسی طرح مستشرقین کا بھی قرآن مجید کے بارے میں یہی موقف ہے۔ ان کی طرف سے قرآن مجید پر مختلف قسم کے اعتراضات کیے گئے ہیں، ان میں ایک شبہ یہ بھی ہے کہ اس کی آیات میں باہمی تعارض و تناقض ہے۔ اسی قسم کے شبہات پانچویں صدی کے ایک یہودی عالم ابن النغریلہ[3] نے بھی کیے تھے جن کا مفصل اور مسکت

---

[1] ملاحظہ ہو: وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِىْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِىٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيْنٌ- سورة النحل:103۔

[2] وَ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ سورة البقرة:23۔

[3] ابن نغریلہ ایک یہودی عالم تھا اس کے اصل نام اور کنیت کے بارے میں مصادر میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے کہیں ابن النغرالی، کہیں النغرال، بعض کتب میں ابن النغرالۃ بعض میں ابن النغریلی وغیرہ منقول ہے۔ اس کے اصل نام کے بارے میں بھی مختلف الفاظ ملتے ہیں مثلاً صموئیل بن یوسف، اسماعیل یا اشموال یا یوسف بن نغریلہ۔ زیادہ راجح اسماعیل بن نغریلہ یا یوسف بن نغریلہ ہیں۔ اس کی سن وفات کے بارے میں کتب خاموش نظر آتی ہیں۔ کمال درجے کا ذہین انسان تھا، قرطبہ میں تالمود کا درس دیا کرتا تھا عربی زبان و ادب پر گہری نظر اور اس میں مہارت رکھتا تھا، علم و حکمت اور فہم و ذکاء میں اس کا کوئی ہمسر نہیں تھا، احوال زمانہ پر نظر بھی کمال درجے کی تھی، عبرانی اور عربی زبان پر دسترس سب پر عیاں تھی، علم ریاضی، نجوم، ہندسہ، علم منطق اور جدل و مناظرہ جیسے فنون پر کامل مہارت تھی، یہاں تک کہ علم ریاضی میں اس کی ایک کتاب "**السجیح فی علوم الاوائل الریاضیة**" کے نام سے ملتی ہے۔ یہودی شریعت پر بھی گہری نظر تھی، اس کے عالمانہ تبحر کی وجہ سے اندلس کے یہودیوں نے اس کا لقب "**الناغید**" رکھ دیا تھا۔ عہد قدیم کے اسفار میں اس لفظ کے بہت سارے معانی آتے ہیں: کسی معبد کا متولی اور نگران، قبیلے کا سردار، لشکر کا سالار وغیرہ۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ اتنا ذہین ہونے کے باوصف اس کا مشغلہ دیگر ادیان کے مذاق اڑانے کے ساتھ ساتھ دین اسلام کے بارے میں بھی مختلف شبہات پھیلانا رہا، حتی کہ اس کی شرارتوں سے دیگر یہودی بھی تنگ آ گئے۔ اس کے بارے میں یہ بھی معروف ہے کہ اس نے قرآن کریم کا چیلنج قبول کیا اور منظم شکل میں کچھ آیات گھڑنے کی کوشش کی۔ اس نے قرآن کریم کی آیات پر آپس میں متعارض ہونے کا شبہ بھی پیش کیا تو اس وقت کے ایک بہت بڑے فقیہ، محدث اور یکتائے روزگار عالم علامہ ابن حزم نے اس کے شبہات کے رد میں ایک مدلل اور جامع رسالہ لکھا جس کا نام " الرد علی ابن النغریلہ الیہودی" رکھا، جس میں اس کی طرف سے کیے گئے شبہات کا نہ صرف مسکت جواب دیا بلکہ تورات سے اس بات کے

جواب اس وقت کے بہت بڑے عالم علامہ ابن حزم (م 456ھ) نے لکھا تھا، انہوں نے اس حوالے سے ایک رسالہ تالیف فرمایا تھا جس کا نام تھا: الرد علی ابن النغریلة الیهودی۔ ذیل کی سطور میں " الرد علی ابن النغریلة الیهودی " میں علامہ ابن حزم کے منہج کا اختصاصی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔ چونکہ ابن نغریلہ کے اکثر شبہات کا تعلق تناقض سے ہے اس لیے تناقض کا مفہوم جان لینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

تناقض کا لغوی مفہوم

تناقض باب تفاعل کا مصدر ہے لغت میں جس کے بہت سارے معانی آتے ہیں، کسی عمارت کو توڑ دینا، وعدہ توڑنا، مطلقاً کسی چیز کو توڑنا، کسی رسی کو کھولنا یا کسی عقد کو توڑ دینا وغیرہ۔ پھر تناقض چونکہ باب تفاعل کا مصدر ہے اور تفاعل کی ایک خاصیت مشارکت بھی ہے، اس لیے اس کا معنی ایک دوسرے کی مخالفت کرنا، دو چیزوں میں سے ایک کا دوسرے کو باطل قرار دینا۔ چنانچہ ابن منظور افریقی (م 711ھ) لکھتے ہیں: النقض: افساد ماابرمت من عقد او بنآء وفی الصحاح: النقض نقض البنآء والحبل والعهد وغیره۔۔۔وتناقض وفی الحدیث صوم التطوع: فناقضنی وناقضته ای ینقض قولی وانقض قوله [4] "کسی عمارت یا عقد کو توڑ دینا نقض کہلاتا ہے، لغت کی کتاب " الصحاح" میں بھی نقض کے یہی معنی بیان کیے گئے ہیں۔ جب کہ تناقض کا معنی ایک دوسرے کو توڑنے کے آتے ہیں جیسے نفلی روزے والی حدیث میں تناقض کا معنی اس طرح بیان کیا گیا ہے: اس نے مجھے توڑ دیا اور میں نے اسے توڑ دیا یعنی اس نے میری بات کو رد کر دیا اور میں نے اس کی بات کو رد کر دیا۔"

علامہ سعید الخوری لکھتے ہیں: تناقض: البناء والحبل ۔۔۔والقولان : تخالفا وتدافعا وهو مجاز من تناقض الحبل لان احدهما ینقض الآخر [5] "تناقض کا معنی کسی رسی یا عمارت کو توڑ دینا، دو اقوال کا آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہونا بھی تناقض کہلاتا ہے"۔ مزید بر آں لغت کی تمام امہات الکتب کتاب العین مرتبا علی حروف الجیم [6]، معجم

شواہد بھی پیش کیے کہ اصل میں تعارض تو تورت میں پایا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو: علامہ ابن حزم، الرد علی ابن النغریلہ الیہودی (قاہرہ: مکتبۃ دارالعروبۃ، 1960ء، تحقیق: دکتور احسان عباس) ص 12، 11۔

[4] ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی، لسان العرب (بیروت: دار صادر س ن) ج 7 ص 242۔

[5] سعید الخوری، اقرب الموارد فی فصیح العربیۃ والشوارد (ایران: دارالاسوۃ للطباعۃ والنشر، 1427ھ) ص، 172، 171۔

[6] علامہ خلیل بن احمد الفراھیدی لکھتے ہیں: النقض: افساد ما ابرمت من حبل او بنآء "کسی رسی یا عمارت کو مضبوط بنانے کے بعد توڑ دینا نقض کہلاتا ہے"۔ خلیل احمد بن احمد الفراھیدی، کتاب العین مرتبا علی حروف الجیم (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1424ھ، تحقیق: د۔ عبدالحمید ھنداوی) ج 4 ص 257۔

مقاییس اللغة [7] اساس البلاغة [8] المعجم الوسیط [9] تاج العروس [10] وغیرہ میں نقض اور تناقض کے یہی معنی بیان کیے گئے ہیں۔

تناقض کا اصطلاحی مفہوم

تناقض ایک ایسی اصطلاح ہے جس کا استعمال تقریباً تمام علوم وفنون میں کیا جاتا ہے اس لیے اس کا اصطلاحی مفہوم سوائے الفاظ کے تغیر و تبدل کے تقریباً تمام علوم میں یکساں ہے:

ملا عبد اللہ یزدی (م 981ھ) کے نزدیک تناقض کی تعریف

التناقض اختلاف القضیتین بحیث یلزم لذاته من صدق کل کذب الاخری او بالعکس [11] "دو قضیوں کا ایجاب اور سلب کے اعتبار سے اس طرح مختلف ہونا کہ یہ اختلاف خود اس بات کا تقاضا کرے کہ ان میں اگر ایک سچا ہو تو دوسرا جھوٹا ہو گا یا اس کے برعکس۔"

امام ابو بکر جصاص (م 370ھ) کے نزدیک تناقض کی تعریف

امام ابو بکر الجصاص (م 370ھ) تناقض کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اختلاف تناقض بان یدعو احد الشیئین الی فساد الآخر [12] "دو چیزوں میں سے ایک چیز دوسری کے فساد کا تقاضا کرے تناقض کہلاتا ہے"

علامہ زرکشی (م 794ھ) کے نزدیک تناقض کی تعریف

تناقض کی تعریف کے سلسلے میں سب سے گراں قدر، عمدہ اور جامع تعریف علامہ زرکشی (م 794ھ) کی ہے، لکھتے ہیں: بحیث یشترک المثبت والمنفی فی الاسم والحدث والزمان والافعال والحقیقة ،فلوکان الاسم حقیقة فی احد الکلامین وفی الآ خر مستعار او نفی احدهما واثبت الآخر لم یعد تناقضا [13] کسی اسم، حدوث، زمان، افعال اور

---

[7] ابو الحسین احمد بن فارس بن زکریا، معجم مقاییس اللغة (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 1422ھ) ص 1007۔

[8] جار اللہ بن محمود بن عمر زمخشری، اساس البلاغة (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 1422ھ) ص 775۔

[9] احمد حسن الزیات، محمد علی النجار، المعجم الوسیط (استنبول: المکتبة الاسلامیة ترکی، س ن) ص 947۔

[10] محب الدین ابوفیض السید محمد مرتضی الزبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس (بیروت: دارالفکر ،1414ھ، تحقیق: علی شیری) ج 10 ص 169،168۔

[11] ملا عبد اللہ یزدی، شرح تھذیب (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن) ص 227۔

[12] ابو بکر احمد بن علی الجصاص، احکام القرآن (لاہور: سھیل اکیڈمی، س ن) ج 2 ص 215،214۔

[13] علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی، البرھان فی علوم القرآن (القاھرة: مکتبة دارالتراث، س ن) ج 2 ص 53۔

حقیقت میں منفی و مثبت مشترک ہو جائیں تو تناقض کہلاتا ہے لیکن اگر دو کلاموں میں سے ایک کلام میں ایک اسم حقیقی معنوں میں استعمال ہوا اور دوسری کلام میں اسی اسم کا مجازی معنی مستعمل ہو تو ایسی دو کلاموں کے مابین تناقض نہیں سمجھا جائے گا"۔

تضاد اور اختلاف کا مفہوم

تناقض کا معنی جان لینے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تضاد، اختلاف اور تنوع میں فرق جان لیا جائے:

تضاد کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

تضاد باب تفاعل کا مصدر ہے جس کا معنی ایک دوسرے کی ضد ہونے کے آتے ہیں، یہ علم بدیع کی اصطلاح ہے چنانچہ علم بدیع کی اصطلاح میں تضاد کی تعریف یہ کی جاتی ہے: کلام میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے معنی ایک دوسرے کی ضد اور مقابل ہوں۔[14]

اختلاف کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

لفظِ اختلاف باب افتعال کا مصدر ہے جو کہ اتفاق کی ضد ہے، اس کا معنی ہے کسی چیز کا کسی کے مخالف ہونا، جیسا کہ عرب میں کہا جاتا ہے "تخالف القوم واختلفوا" یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کسی کے خلاف ہو جائے۔[15] ابن منظور افریقی (م711ھ) "لسان العرب" میں اس کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

> ويقال :تخالف الامران واختلفا ،اذا لم يتفقا وكل ما لم يتساو: فقد تخالف واختلف[16]۔
>
> "جب دو معاملے یا دو چیزیں آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ہو جائیں اور ایک دوسرے کے مساوی نہ رہیں تو اس وقت کہا جاتا ہے "تخالف واختلف" یعنی وہ ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے"۔

---

[14] ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، س ن) (1985ء) ص39۔

[15] ابو طاہر مجد الدین محمد بن یعقوب بن محمد فیروز آبادی، القاموس المحیط (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ط1، 1412ھ)، 3/143۔ احمد بن محمد الفیومی، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر للرافعی (مصر: المطبعۃ الامیریۃ، ط، 1412ھ)، /:179۔

[16] ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور الافریقی، لسان العرب (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ط، 1416ھ، تحقیق: امین محمد عبد الوھاب، محمد الصادق العبیدی)، 9/91۔

امام راغب اصفہانی (م 503ھ) نے اختلاف کے معنی اس طرح بیان کیے ہیں: اختلاف کے معنی کسی حالت یا قول میں ایک دوسرے کے خلاف طریق کار اختیار کرنے کے ہیں پھر لوگوں کا باہم کسی بات میں اختلاف کرنا عموماً نزاع کا سبب بنتا ہے اس لیے اختلاف کا لفظ استعارۃً نزاع اور جدل کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔[17]

اب تک کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ لغت میں تناقض کے معنی کسی چیز کے توڑ دینے، عقد کو توڑنے، کسی رسی کو توڑنے وغیرہ کے آتے ہیں، اور اصطلاحی معنی دو کلاموں میں سے ایک کلام جس چیز کا تقاضا کرے تو دوسری کلام اس کے برعکس کا مطالبہ کرے۔ مقالہ نگار کی نظر میں تناقض کی توضیح کے سلسلے میں علماء نے جس قدر تعریفیں کی ہیں ان تمام میں سے سب سے جامع ترین تعریف علامہ زرکشی (م 794ھ) کی ہے، اس لیے کی تعریف کے ضمن میں تناقض کے متحقق ہونے کی شرائط کو بھی بیان کر دیا گیا ہے، جس سے تناقض کی حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے اور معترضین کو مسکت جواب دیا جا سکتا ہے۔ تناقض سے ملتے جلتے الفاظ میں اختلاف اور تضاد ہیں جن کے معنی بھی ایک دوسرے سے اختلاف کرنا، دو کلاموں کا باہم ایک دوسرے کے خلاف ہونا ، متضاد ہونا وغیرہ۔ مزید برآں اہل علم کے ہاں تناقض کے تحقق کے لیے شرائط بھی ہیں جن کے بغیر تناقض کا ثبوت ممکن نہیں۔[18] چنانچہ پورے قرآن مجید پر گہری نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ کسی بھی آیت میں ہمیں تناقض، اختلاف وتفاوت یا تضاد نظر نہیں آتا[19] بظاہر جو اختلاف نظر آتا ہے وہ تنوع[20] کے قبیل سے ہے اور کسی کلام میں تنوع اس کی فصاحت وبلاغت ، حسن اور خوبی پر دلالت کرتا ہے نہ کہ اس کے اعجاز اور تحدی کے خلاف۔

---

[17] حسین بن محمد الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن (بیروت: دار المعرفۃ، س ن، تحقیق: محمد سید گیلانی) ص 38۔

[18] تناقض کے متحقق ہونے کے لیے کل آٹھ شرائط ہیں، جن کو اس شعر میں جمع کر دیا گیا ہے:

در تناقض ہشت وحدت شرط داں وحدتِ موضوع و محمول و مکاں
وحدتِ شرط و اضافت جزو کل قوت و فعل است در آخر زماں

"تناقض کے ثابت ہونے کی آٹھ شرائط ہیں، دونوں کلاموں کا موضوع ایک ہو، محمول ایک ہو، دونوں مکان میں متحد ہوں، دونوں کا زمانہ ایک ہو ، دونوں قوت وفعل میں ایک ہوں، دونوں کلاموں میں شرط بھی ایک ہو اور آخری شرط یہ ہے کہ کل وجز میں دونوں برابر ہوں اگر ان آٹھ شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو تناقض ثابت نہ ہو گا"۔

[19] علامہ طبری (310ھ) نے اپنی تفسیر میں ابن وہب سے ایک روایت نقل کی ہے: قال ابن زید: ان القرآن لایکذب بعضه بعضا لا ینقض بعضه بعضا الخ " ابن زید فرماتے ہیں کہ یقیناً قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیات نہ تو ایک دوسرے کی تکذیب کرتی ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کے معارض ہیں، البتہ جو چیزیں لوگوں کو سمجھ نہیں آئیں وہ ان کی عقلوں کی کوتاہی اور جہالت کی وجہ سے ہے۔ ملاحظہ ہو: ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن (مصر: مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، 1964ء) ج 5 ص 179۔

قرآن کریم پر ہونے والے شبہات کے رد میں لکھی جانے والی کتب کا مختصر جائزہ

قرآن مجید کے دعویٰ (کہ یہ ہر قسم کے اختلاف اور تناقض سے پاک ہے) کی حفاظت کے لیے علمائے امت نے روز اول سے ہی تصانیف کا سلسلہ جاری رکھا، قرآن کریم پر کیے جانے والے علمی اعتراضات کے مدلل اور مسکت جوابات دیے، ان شبہات کے جواب میں الگ الگ تصانیف بھی منصہ شہود پر لائی گئیں جب کہ مفسرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں ایسے مقامات پر بہت مدلل اور جامع انداز سے ان تمام شبہات کے جوابات دیے جن کی وجہ سے قرآن مجید کی حقانیت، اس کے اعجاز اور اس کے من جانب اللہ ہونے کا شبہ پیش آرہا تھا۔ ان مفسرین میں امام رازی (606ھ) بطور خاص نمایاں نظر آتے ہیں۔ امام رازی اپنی تفسیر میں بہت سارے مقامات پر قرآن کریم پر وارد ہونے والے عقلی شبہات کے اس قدر مدلل جواب دیتے ہیں کہ قاری کے ذہن میں پیدا ہونے والی تمام الجھنیں کافور ہو جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے کس شخص نے کتاب لکھی؟ علامہ سیوطی (م 911ھ) کے نزدیک امام قطرب (م202ھ)[21] پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اس موضوع پر کتاب لکھی جس کا نام "الرد علی الملحدین فی متشابه القرآن" تھا۔ لیکن غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ سیوطی کی بات درست نہیں، اس لیے کہ اس حوالے سے سفیان بن عیینہ (م198ھ) نے بھی ایک لکھی تھی جس کا نام "جوابات القرآن" تھا اور سفیان بن عیینہ کی وفات امام قطرب سے پہلے ہے۔ بلکہ تتبع اور تلاش سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سفیان بن عیینہ سے پہلے مقاتل بن سلیمان (م150ھ) نے اس موضوع پر کتاب لکھی تھی جس کا نام "الجوابات فی القرآن" تھا[22]۔ لیکن مذکورہ تینوں کتابیں مفقود ہیں البتہ ہم تک پہنچنے والی کتب میں سے پہلی کتاب جو خاص طور پر اسی موضوع پر لکھی گئی جس کا مقصد ہی قرآن کریم پر وارد ہونے والے شبہات کا رد کرنا تھا وہ ابن قتیبہ الدینوری (م276ھ) کی "تاویل مشکل القرآن" ہے۔ اس

[20] تنوع کا معنی ہے کسی چیز کی نوعیت بیان کرنا، بسا اوقات کسی چیز کی مختلف نوعیتیں اور حالات ہوتے ہیں کبھی کسی نوعیت کو بیان کر دیا جاتا ہے موقع محل کی رعایت کرتے ہوئے اور کبھی کسی نوعیت کو بیان کر دیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو: زبیدی، تاج العروس، ج11 ص494۔

[21] امام قطرب کا اصل نام محمد بن مستنیر ابو علی البصری ہے، قطرب کے نام سے مشہور تھے، نحو اور لغت کے بہت جید عالم تھے، علمائے بصریین اور خاص طور پر امام سیبوئے سے استفادہ کیا۔ قطرب کا لقب ان کے استاذ امام سیبوئے نے عطا فرمایا تھا کیونکہ یہ صبح تہجد کے لیے سب سے پہلے بیدار ہوتے تھے ایک رات جب استاذ محترم نے ان کو صبح کے وقت دیکھا تو فرمایا: ماانت الا قطرب لیل "تم تو رات کے کیڑے ہو"۔ قطرب ایسے کیڑے کو کہتے ہیں جو رینگتا رہتا ہے اور کمزور نہیں ہوتا۔ 202ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: ابو بکر احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی، تاریخ بغداد (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1997ء) ج۳ ص298۔

[22] محمد بن احمد بن عثمان الذھبی، سیر اعلام النبلاء (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، 1413ھ) ج7 ص202، 201۔

موضوع پر لکھی جانے والی تصانیف کا جائزہ لیا جائے تو بے شمار کتب ملتی ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے:

"تنزیه القرآن عن المطاعن" عبد الجبار الھمذانی (م415ھ) کی تالیف ہے جو دار النھضۃ بیروت سے عدنان زرزور کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے۔

"درة التنزيل وغرة التاويل فى بيان الآيات والمتشابهات فى كتاب الله العزيز" علامہ خطیب الاسکافی (م420ھ) کی تالیف ہے جو دار الآفاق بیروت سے 1979ء میں تقریباً544 صفحات میں شائع ہوئی۔

"الاكليل فى المتشابه والتاويل" علامہ ابن تیمیہ (م728ھ) کی تالیف ہے جو قاہرہ سے 1394ھ میں شائع ہوئی۔

"فتح الرحمان بكشف ما يلتبس فى القرآن" شیخ الاسلام ابو یحییٰ بن زکریا الانصاری کی تصنیف ہے، جو محمد الصابونی کی تحقیق سے مطابع دار القرآن بیروت سے 1403ھ میں شائع ہوئی۔

"وضع البرهان فى مشكلات القرآن" بیان الحق نیشاپوری کی تصنیف ہے جو صفوان داؤدی کی تحقیق سے دار القلم دمشق سے 1990ء میں شائع ہوئی ہے۔

"دفع ايهام الاضطراب عن آيات الكتاب" محمد امین شنقیطی کی تالیف ہے جو دار العالمیۃ للکتب والنشر سے شائع ہو چکی ہے۔

"الروض الريان فى اسئلة القرآن" شرف الدین بن ریان کی تالیف ہے یہ کتاب پہلی مرتبہ مکتبہ دار العلوم والحکم مدینہ منورہ سے 1994ء میں شائع ہو چکی ہے۔ مزید برآں مذکورہ موضوع پر لکھی جانے والی تصانیف کو علمائے کرام نے تین اقسام میں منقسم کیا ہے۔[23]

---

23 **پہلی قسم:** وہ تصانیف جن میں قرآن مجید کے الفاظ کے مادہ، اعراب اور نحوی و لغوی پہلوؤں پر شبہات کے جواب دیے گئے ہیں۔ جن میں امام ثعلب (م139ھ) کی اعراب مشکل القرآن ہے جو عزیز اللہ العطاردی کی تحقیق سے دار الکتب العلمیہ بیروت سے 1987ء میں شائع ہوئی ہے۔ اسی طرح مکی بن ابی طالب القیسی (م578ھ) کی مشکل اعراب القرآن ہے جو یاسین السواس کی تحقیق سے دار المامون للتراث دمشق سے دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

دوسری قسم: دوسری قسم کی تصانیف وہ ہیں جن میں صرف معترضین کے شبہات کو ذکر کر کے ان کا جواب دے دیا گیا ہے، جیسے امام ابن قتیبہ الدینوری (م276ھ) کی تاویل مشکل القرآن ہے جس میں امام نے صرف شبہات کا تذکرہ کر کے ان کے مفصل جواب دیے ہیں۔

تیسری قسم: وہ تصانیف جن کا مقصد کسی خاص شخص کی طرف سے کیے جانے والے شبہات کا جواب دینا تھا، یا کسی خاص اور معین کتاب کا جواب دینا تھا جس میں قرآن کریم پر شبہات کیے تھے۔ ان کتب میں علامہ ابن حزم (م456ھ) کی کتاب الرد على ابن الغريلة اليهودي بھی ہے جو انہوں

علامہ ابن حزم (م 456ھ)

پانچویں صدی ہجری کے معروف ترین علماء میں علامہ ابن حزم الاندلسی (م 456ھ) کا نام نمایاں نظر آتا ہے، علامہ کی شخصیت متنوع کمالات کی جامع تھی، بہت بڑے فقیہ اور محدث تھے، علم حدیث[24]، فقہ[25]، مناظرہ، کلام و منطق، اتفاق واختلاف اور ملل و نحل میں یکتائے زمانہ تھے۔ منقول میں کلام اللہ اور حدیث سے دلیل پیش کرتے تھے اور معقول میں جو ثبوت مناسب سمجھتے اپنی تحقیقات کو فن معقول میں صاف صاف بیان کرتے تھے چاہے وہ کسی کی رائے کے موافق ہو یا مخالف۔ مزید بر آں علامہ ابن حزم (م 456ھ) نفسیات کے بھی عالم تھے، آپ نے بڑے غور و فکر سے نفس انسانی کی گہرائی میں اتر کر بنظر غائر اس کا مطالعہ کیا۔ ابن حزم کا علمی ورثہ صرف ایک ہی نوع کا نہیں تھا بلکہ اس کے آفاق واطراف متعدد اور مختلف میلانات ورجحانات تھے۔ قدیم مذاہب اور ان کے انبیاء سے بخوبی واقف تھے وہ جانتے تھے کہ انبیاء علیھم السلام کی موجودگی میں ان مذاہب کی کیا حالت تھی اور ان کے بعد ان پر کیا گزری، آپ ان مصادر ومآخذ سے بھی باخبر تھے جن سے قدیم مذاہب کے لوگ اپنے اغراض و مقاصد کو پورا کرتے، آپ اسلامی فرقوں کے نقطۂ آغاز اوران کے ظہور وشیوع سے پوری پوری واقفیت رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ ان کی تردید کیونکر کی جاسکتی ہے۔ آپ نے اپنی مشہور کتاب "الفصل فی الملل والاھواء والنحل" میں یہ تمام تفصیلات درج کردی ہیں، اس کتاب پر تبصرہ کرنے اور آپ کے آراء وافکار اور طرز منہاج کو واضح کرنے کے لیے ایک ضخیم دفتر درکار ہے۔ قدیم مذاہب اور اسلامی فرقوں سے واقفیت، ان کے مصادر ومآخذ پر گہری نظر اور دسترس کا نتیجہ تھا کہ آپ کے زمانے میں جہاں کہیں سے دین اسلام پر اور بالخصوص قرآن کریم پر شبہات وارد کیے گئے دیگر علماء کے ساتھ ساتھ علامہ ابن حزم بھی اس میدان میں اترے اور عقلی ونقلی جوابات سے مخالف کے مدعیٰ کو لاجواب کردیا۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی ابن النغریلہ یہودی بھی تھا جس نے قرآنی آیات پر مختلف قسم کے شبہات کرکے قرآن کریم کی حقانیت کو چیلنج کرنے کی کوشش کی، اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ معاذاللہ قرآنی آیات میں جابجا اختلاف وتعارض ہے۔ علامہ ابن حزم نے اس کے رد میں

نے ابن نغریلہ یہودی کے شبہات کے جواب میں لکھی۔ ذیل کی سطور میں علامہ ابن حزم (م 456ھ) کی ان آراء کا جائزہ پیش کیا جائے گا جو انہوں نے ابن نغریلہ یہودی کے شبہات کے رد میں پیش کی ہیں۔

[24] علام ابن حزم کو حدیث سے جو ربط وضبط اور شغف تھا آپ کی تصانیف اس کی زندہ گواہ ہیں، ابوزہرہ لکھتے ہیں: ھو المحدث العظیم الذی یجمع اشتا ت الحدیث یعنی اس قدر بڑے محدث تھے کہ حدیث کی تمام اقسام پر گہری نظر تھی۔ ملاحظہ ہو: حیات امام ابن حزم، ابوزہرہ، ترجمہ غلام احمد حریری (کراچی: شیخ غلام علی اینڈ سنز پرائیویٹ لمیٹڈ پبلشرز) ص 27۔

[25] ان کی فقہ کی مہارت کا عالم یہ تھا کہ ائمہ اربعہ کی فقہ سے اختلاف کرکے فقہ ظاہری کی بنیاد ڈالی، کتاب وسنت فقہ ظاہری کا اوڑھنا بچھونا ہے جسے کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

ایک رسالہ تالیف فرمایا جس کا نام" الرد علی ابن النغریله الیہودی" رکھا، جس میں اس یہودی کی طرف سے قرآن کریم پر کیے گئے مختلف شبہات کا جہاں رد پیش کیا تو وہیں ان کی تورات سے بھی بہت ساری مثالیں پیش کیں جس سے دلیل میں مزید پختگی پیدا ہو گئی اور مخالف لاجواب ہو گیا۔ ذیل کی سطور میں علامہ ابن حزم کے طرز و منہاج کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

"الرد علی ابن الغریلة الیہودی" میں علامہ ابن حزم کا طرز و منہاج

علامہ ابن حزم (م456ھ) اپنے رسالے میں سب سے پہلے معترض کے اعتراض کو ذکر کرتے ہیں اور اس سلسلے میں "وکان مما اعترض به" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ پھر جواب دیتے وقت "قال ابو محمد" کہہ کر آغاز کرتے ہیں۔ اپنے جوابات میں زیادہ تر دیگر قرآنی آیات سے استفادہ کرتے ہیں اور ضرورت پڑے تو کسی جگہ حدیث کو بھی بطور استدلال ذکر کر دیتے ہیں اس ضمن میں کسی مفسر کے قول یا لغت وغیرہ سے استدلال نہیں کرتے۔ اپنے جواب کے بعد تورات سے بھی دلائل دیتے ہیں جو دیگر ادیان کے مصادر وماخذ پر ان کی دسترس اور عالمانہ تبحر کی واضح دلیل ہے۔ مقالہ نگار کی نظر میں علامہ ابن حزم (م456ھ) کا یہ طرز موجودہ دور کے محققین کے لیے ایک بہترین اسوہ اور نمونہ ہے کہ آج کے اس دور میں اعدائے اسلام، کفار وملحدین اور مستشرقین کے شبہات کے رد میں اسی طرح کے منہج کی ضرورت ہے کہ جہاں ان کے اعتراضات کے عقلی و نقلی جوابات دیے جائیں تو وہیں ان کے اپنے مذہب کی معتبر کتب سے استفادہ کرتے ہوئے انہیں مسکت جواب دیا جائے۔ البتہ سوال کے تذکرے اور جواب دیتے وقت بہت سخت الفاظ استعمال کیے گئے ہیں: مثلا جاہل، خسیس، مجنون، وقاح[26]، الزندیق الجاھل، المائق الجاھل وغیرہ۔ ذیل میں علامہ ابن حزم (م456ھ) کے منہج کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

اعتراض

ابن نغریلہ یہودی کے اشکال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ثم ذكر الخسيس الجاهل قول الله تعالىٰ هذا يوم لا ينطقون ولايوذن لهم فيعتذرون ثم قال فى آية اخرى : يوم تاتى كل نفس تجادل عن نفسها ،قال: وهذا تناقض عظيم [27]
>
> "پھر وہ جاہل اور گھٹیا آدمی اللہ تعالی کے قول کے بارے میں کہتا ہے کہ ایک جگہ ارشاد ہے: یہ ایسا دن ہو گا کہ وہ بول نہیں سکیں گے اور نہ ہی انہیں معذرت کرنے کی اجازت دی

---

[26] وقاح: گستاخ

[27] علامہ ابن حزم الاندلسی، الرد علی ابن النغریلۃ الیہودی (القاھرۃ: مکتبۃ دار العروبۃ، س ن) ص54۔

جائے گی" جب کہ دوسرے مقام پر ارشاد ہے: جس دن کوئی نفس کسی سے جھگڑا نہیں کر سکے گا" یہ تو تناقضِ عظیم ہے؟

ابن نغریلہ یہودی کے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید کی دو آیات میں تناقض اور تعارض پایا جارہا ہے، ایک آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ قیامت کے دن کسی شخص کو کسی قسم کی معذرت کرنے کو موقعہ نہیں ملے گا اور نہ ہی اس کی معذرت قبول کی جائے گی جب کہ دوسرے مقام پر اسی قیامت کے دن کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ اس دن ہر نفس اپنے بارے میں جھگڑا کرے گا۔ اور ظاہر بات ہے کہ جھگڑے اور معذرت کا اظہار بول کر ہی ہو سکتا ہے جب کہ آیت میں بولنے اور معذرت کی نفی کی گئی ہے۔ اس سے یہ بات ثابت کرنا چاہتا ہے مذکورہ آیات میں تناقض اور تعارض ہے اور آیات میں تناقض اس بات کی دلیل ہے کہ معاذاللہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی کتاب نہیں ہے۔

جواب

علامہ ابن حزم نے اس اعتراض کے بہت جامع اور مدلل جوابات دیے ہیں، آیات کے سیاق سے ان کا صحیح معنی متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے موقف کی تائید میں حدیث پاک کو بطور شاھد کے پیش کیا ہے مزید برآں تورات کی آیات میں باہم تعارض وتناقض ثابت کرکے ناقد کو لاجواب کر دیا ہے۔ چنانچہ اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: قال ابو محمد: قدقال بعض العلماء المتقدمين: ان المنع من النطق المذكور فى الآية انما هوفى بعض مواقف يوم القيامة ،وان الجدال المذكور فى الآية الاخرى هى موقف آخر ممايتلو ذلك اليوم نفسه [28] "ابو محمد فرماتے ہیں: بعض علمائے متقدمین فرماتے ہیں کہ دراصل قیامت کے دن مختلف مواقف اور گھڑیاں ہوں گی، بعض مواقف ایسے ہوں گے کہ جہاں بولنے سے روک دیا جائے گا اور بعض مواقع میں جدال اور جھگڑا کرنے کی اجازت ہوگی۔ تناقض تو تب ہوتا جب ایک ہی وقت اور موقع کے بارے میں مذکورہ آیات ہوتیں، جب ہر ہر آیت الگ الگ موقع محل کے حوالے سے ہے تو تناقض ہی نہ ہوا کیونکہ تناقض کے متحقق ہونے کے لیے وقت اور زمانے کا ایک ہونا بھی ضروری ہوتا ہے جیسا کہ ماقبل کی گفتگو میں گزر چکا ہے۔

آیات کے سیاق سے صحیح معنی کا تعین

علامہ ابن حزم نے آیات کے سیاق سے اپنے موقف کی تائید پیش کی ہے جس سے مکمل طور پر شبہ زائل ہو گیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: وهذاقول صحيح يبينه قول الله تعالىٰ قبل الآية المذكورة ،اذ يقول عزوجل اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ

[28] ابن حزم۔ الرد علی ابن النغریلہ، ص ۵۵۔

صُفْرٌ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ هٰذَا يَوْمُ لاَ يَنْطِقُوْنَ وَلاَ يُؤْذَنُ لَہُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ[29] فيه بعذر ۔هكذا نص الآيات متتابعات،لافصل بينهما فيصح ان اليوم الذى لاينطقون فيه بعذر انما هو يوم ادخالهم النار ،وهو اول اليوم التالى ليوم القيامة الذى هو يوم الحساب وهوايضا يوم جدال كل نفس عن نفسها ،وهذا بيان لااشكال فيه اصلا[30]" آیات مذکورہ میں کوئی تعارض نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ان آیات کا سیاق اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ دو مختلف مواقع کی بات ہو رہی ہے نہ کہ ایک ہی وقت اور جگہ کی۔ چنانچہ سورت المرسلات کی آیات کا ماقبل یہ ہے

یہاں نطق سے ممانعت ایک عذر کی وجہ سے ہے کیونکہ جب حساب وکتاب کے بعد انہیں جہنم میں داخل کیا جارہا ہو گا تو ان کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا اور باقی رہا مسئلہ آپس کے جدال اور جھگڑے کا تو یہ اس وقت کی بات ہے جب حساب وکتاب ہو رہا ہو گا۔ معلوم ہوا کہ متذکرہ آیات میں کسی قسم کا کوئی تعارض وتناقض نہیں ہے۔"

عذر کی تشریح

قیامت کے دن بولنے سے کیوں روک دیا جائے گا؟ اس کی اصل وجہ کیا ہو گی؟ علامہ ابن حزم نے اس عذر کی مزید تشریح فرمائی ہے کہ کس قسم کی معذرت قبول نہ کی جائے گی؟ لکھتے ہیں:

> وان النطق المنفى عنهم فى الآية الاولىٰ والمعذرة التى لم يوذن لهم فيهاانما ذلك فيما عصوا فيه خالقهم تعالىٰ،كماقال عزوجل فى آية اخرى: اليوم نختم على افواهم وتكلمنا ايديهم وتشهد ارجلهم بماكانوا يكسبون[31]،فلاعذر لكافر ولالعاص اصلا ولا كلام لهم واما الجدال الذى ذكرالله تعالىٰ حينئذ عن نفسها فانما هو فى طلب الناس مظالمهم بعضهم من بعض[32]
>
> "جس بولنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے وہ ان معاملات میں ہو گی جن میں انہوں نے اپنے خالق کی نافرمانی کی ہو گی یعنی حقوق اللہ میں کوتاہی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ یاسین میں اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے: آج کے دن ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں

---

[29] سورۃ المرسلات:29،36۔

[30] ابن حزم، الرد علی ابن النغریلۃ، ص55۔

[31] یس:35

[32] ابن حزم، الرد علی ابن النغریلۃ، ص55۔

گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاوں ان کے خلاف گواہی دیں گے، یہ سب اس لیے کیا جائے گا جو وہ دنیا میں برائیاں کیا کرتے تھے۔ لہذا کسی کافر اور گناہگار کا اللہ کی نافرمانی کے حوالے سے کوئی عذر نہیں سنا جائے گا اور نہ انہیں کسی قسم کے کلام کی اجازت دی جائے گی۔ لیکن جہاں جدال اور جھگڑے کا تذکرہ ہے وہ جھگڑا لوگوں کے آپس میں ایک دوسرے کے مظالم اور حقوق میں کوتاہی کی بناء پر ہو گا۔"

حدیث سے استشہاد

اپنے موقف کی تائید میں علامہ نے حدیث کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے جس سے بات اور زیادہ واضح ہو گئی ہے: علی ما صح عن النبی ﷺ من ان یوم القیامة یقص الشاة الجماء من الشاة القرناء[33] "جیسا کہ حدیث پاک میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اس قدر انصاف ملے گا انسان تو دور کی بات، اگر دنیا میں کسی سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری کو سینگ مارا ہو گا اس کا بدلہ بھی دلوایا جائے گا۔" علامہ ابن حزم اس حدیث سے یہ بات سمجھانا چاہتے ہیں کہ جس آیت میں جھگڑے کا تذکرہ ہے اس کا تعلق حقوق العباد میں کوتاہیوں سے متعلق ہے کہ قیامت کے دن لوگ اپنے ضائع شدہ حقوق کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔ تو انسانوں کے ضائع شدہ حقوق دلوائیں جائیں گے اور اس قدر انصاف کیا جائے گا کہ جانوروں میں سے کسی جانور نے دوسرے جانور پر کوئی زیادتی کی ہو گی تو اس کا بدلہ بھی دلوایا جائے گا۔

تورات میں تناقض اور تعارض

علامہ ابن حزم اپنے اس رسالے میں تورات سے بہت زیادہ استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جس کا مقصد جہاں ناقد کو لاجواب کرنا ہے تو وہیں اپنے موقف کو مضبوط کرنا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو ہر قسم کے اختلاف سے پاک ہے جب کہ تورات میں جا بجا تعارض پایا جاتا ہے اور یہی اس میں تحریف اور ردوبدل کی دلیل ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

> فی السفرالرابع عن موسی صلی الله علیه انه قال مخاطبا لله عزوجل : یارب کما حلفت قائلا: الرب ودیع ذو حن عظیم یعفو عن الذنب والسئیةولیس یسنی شیئا من المآثم ،الذی یعاقب بذنب الوالد الولد فی الدرجة الثانیة والرابعة ویقراون فیه ایضا فی اول السفر : ان قاین ابن آدم عاقبه الله فی السابع من ولده،ثم یقرئون فی السفر الخامس منه: ان الله تبارک وتعالیٰ قال لموسی : لاتقتل الآباء لاجل الابناء ولاالابناء لاجل الآباء

[33] ابن حزم، الرد علی ابن النغریلة، ص55۔

الاکل واحد یقتل بذنبه ،فلوتفکر هذا الجاهل المائق وعظیم التناقض لشغله عظیم مصابه عن ان یظن بقول الله تعالیٰ الذی هو الحق الواضح [34]

"تورات کے چوتھے سفر میں مذکور ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے میرے رب جیسا کہ آپ نے قسم کھائی تھی اس بات پر کہ تمہارا رب بہت زیادہ شفیق ہے ہر گناہ کو معاف کرنے والا ہے، بندوں کا کوئی گناہ اسے نہیں بھولتا، جو باپ کے گناہ کی وجہ سے اس کے بچے کو بھی سزا دیتا حتی کہ باپ کے گناہ پر اس کی چوتھی نسل میں پیدا ہونے والے بچے کو بھی سزا دیتا ہے۔ اسی سفر میں یہ بھی مذکور ہے کہ قاین بن آدم کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ پر ان کی ساتویں پشت میں پیدا ہونے والے بچے کو سزا دی تھی۔ جب کہ پانچویں سفر میں یہ مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام سے فرمایا تھا: آباء کو ان کے ابناء کے گناہ میں مت قتل کرو اور ابناء کو ان کے آباء کے گناہ میں قتل نہ کرو، بلکہ ہر ایک کو اس کے گناہ کی وجہ سے قتل کرو۔ تورات کی ان مذکورہ آیات میں کس قدر تعارض اور تناقض ہے، کاش کہ یہ عظیم جاہل اپنی تورات کو ہی ایک مرتبہ دیکھ لیتا تو شاید اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب کے بارے میں جو کہ ہر قسم کے اختلاف سے پاک ہے کبھی یہ سوچ نہ رکھتا"۔

خلاصہ کلام یہ کہ علامہ نے مذکورہ آیات پر وارد ہونے والے اشکال کے جواب میں آیات قرآنیہ اور حدیث پاک سے اپنے موقف کو ثابت کیا ہے، مزید بر آں تورات کی آیات میں واضح طور پر تناقض اور تعارض ثابت کر کے فریق مخالف کو مسکت جواب دیا ہے۔

اعتراض

ابن نغریلہ نے اسی قسم کا ایک اور اشکال بھی کیا ہے جس سے وہ قرآنی آیات میں تعارض ثابت کرنا چاہتا ہے جسے علامہ ابن حزم نے یوں نقل کیا ہے: ثم ذکر هذا الذندیق الجاهل قول الله تعالیٰ فیومئذ لایسال عن ذنبه انس ولاجان [35] ثم

---

[34] ابن حزم، الرد علی ابن النغریلۃ، ص50۔

[35] سورۃ الرحمن: 39

قال فی آیة اخری فلنسالن الذین ارسل الیهم والنسلن المرسلین [36]قال: هذا تناقض[37] "پھر زندیق جاہل نے ذکر کیا ہے کہ قرآن کریم کی مذکورہ دو آیات میں تناقض ہے، سورۃ الرحمن کی ایک آیت میں فرمایا ہے: قیامت کے دن کسی انسان اور جن سے کسی قسم کا کوئی سوال نہیں کیا جائے گا، جب کہ سورۃ الاعراف کی آیت میں فرمایا: اس دن نہ صرف لوگوں سے سوال کیا جائے گا بلکہ انبیاء اور رسل سے بھی پوچھا جائے گا۔ یہی تو تناقض ہے۔

آیات کے سیاق سے تناقض کا جواب

علامہ ابن حزم نے اس اعتراض کا جواب دینے کے لیے آیات کے سیاق کو بیان کیا ہے جس سے اس کا معنی بالکل واضح ہو جاتا ہے اور تعارض رفع ہو جاتا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: قال ابو محمد: لوفهم هذا المائق الجاهل ادنی فهم لم یجعل هذا تعارضا اما فی قوله تعالیٰ: فیومئذ لایسال عن ذنبه انس ولاجان فان ما بعد هذا الآیة متصلا بها قوله تعالیٰ : فبای الآء ربکما تکذبان یعرف المجرمون بسیما هم فیوخذ بالنواصی والاقدام فبای الآ ء ربکما تکذبان هذه جهنم التی یکذب بها المجرمون یطوفون بینها وبین حمیم آن فبای الآء ربکما تکذبان [38]فصح بهذا النص ان هذا انما هو فی حین ایرادهم جهنم [39] "ابو محمد کہتے ہیں کہ اگر یہ جاہل شخص ادنی سی سمجھ بھی رکھتا تو اس قسم کے اعتراض نہ کرتا۔ دراصل سورۃ الرحمان میں جس بات کا تذکرہ ہے کہ قیامت کے دن مجرمین سے کسی قسم کا کوئی سوال نہیں ہو گا چاہے وہ انسان ہوں یا جن۔ اس آیت کا تعلق قیامت کی اس گھڑی سے ہے جب لوگوں کو جہنم میں ڈالا جا رہا ہو گا۔ اور ظاہر سی بات ہے کہ اعمال کا فیصلہ ہونے کے بعد جہنم کی طرف لے جاتے وقت کسی سے مزید سوال وجواب نہیں ہوں گے کیونکہ سوال وجواب کی گھڑی تو پہلے گزر چکی ہے۔ جب کہ سورۃ الاعراف کی وہ آیت جس میں انبیاء اور عام لوگوں سے سوال کرنے کا ذکر ہے اس کا تعلق قیامت کی اس گھڑی سے ہے جب حساب وکتاب ہو رہا ہو گا۔ جب دونوں آیات کا مصداق الگ الگ ہے اور وقت الگ الگ ہے تو کسی قسم کا تناقض نہ رہا کیونکہ تناقض واقع ہونے کے لئے وقت اور جگہ کا ایک ہونا ضروری ہے۔[40]"

---

[36]سورۃ الاعراف:6

[37]ابن حزم، الرد علی ابن النغریلۃ، ص56۔

[38]سورۃ الرحمن:45،40۔

[39]ابن حزم، الرد علی ابن النغریلۃ، ص57۔

[40] اس قسم کے شبہات درحقیقت قرآنی آیات کی صحیح تفسیر سے عدم واقفیت کی وجہ سے پید اہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ زرکشی (م794ھ) نے قرآنی آیات میں تناقض کے اسباب ذکر کیے ہیں کہ حقیقت میں قرآن مجید ہر قسم کے تناقض اور تعارض سے پاک ہیں لیکن بظاہر جو تناقض نظر آتا ہے اس کے چند اسباب ہیں۔ 1۔ایک ہی چیز کو مختلف انداز سے بیان کرنا جیسے انسان کی تخلیق کے مراحل کا تذکرہ

تورات سے الزامی جواب

علامہ ابن حزم نے تورات کے سفر دوم کے ایک واقعہ کو پیش کر کے الزامی جواب دیا ہے جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جب تمہاری کتاب میں اس قدر متعارض آیات موجود ہیں، اور وہ تعارض بھی ایسا ہے کہ جس کا کوئی حل نہیں، تو قرآن پاک پر تمہیں اعتراض کا کوئی جواز نہیں ملتا، جب کہ یہ ہر قسم کے تعارض سے پاک ہے۔ وہ واقعہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اپنی قوم کو واپس اپنے اصلی جگہ لے جایئے، جب آپ اس شہر کے قریب پہنچ جائیں گے تو میں اپنا ایک فرشتہ بھیج دوں گا جو کنعانیین کو وہاں سے نکالنے میں مدد دے گا اور تم ایسی زمین میں داخل ہو جاؤ گے جس میں دودھ اور شہد بہتا ہو گا، لیکن میں تمہارے ساتھ نہیں اتروں گا کیونکہ تمہاری امت متکبر ہے، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں کچھ عرض و نیاز کی، اور جب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کرتے تو اس طرح کرتے تھے کہ ان کا منہ اللہ تعالیٰ کے منہ کے بالکل قریب ہو تا جیسے کوئی گہرا دوست اپنے دوست سے کوئی راز و نیاز کی گفتگو کرتے وقت انداز اختیار کرتا ہے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فرشتے کے ساتھ تو وہ علاقہ فتح نہ ہو گا میں خود تمہارے ساتھ جاوں گا۔ اس واقعے کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن حزم لکھتے ہیں: قال ابو محمد: ففی هذا الفصل من السخف غیرقلیل وبیان لایحتمل تاویلا ،لان فیه البداء وانه تعالی عما یقولون علوا کبیرا ،قال انه لایمضی معهم لکن یبعث معهم ملکا یبصرهم بامرالله تعالیٰ ،فلم یزل موسی حتی رجع عن ماقال عزوجل معهم ۔فی هذا التحقیق النقلة علی الباری فی الاماکن ،ولیست هذه صفة الله تعالیٰ وانما هی صفات المخلوقین ،وفیه التکلیم فما لفم وتحقیق التجسیم والتناقض علی الباری تعالیٰ فی کلامه وفعله دون تاویل ولامخرج لهم من هذا [41] " ابو محمد فرماتے ہیں کہ اس

۔2۔ اختلافِ موضوع: یعنی کبھی آیات قرآنیہ کا موضوع جدا جدا ہوتا ہے لیکن قاری کو بظاہر اختلاف نظر آتا ہے جیسا کہ ابن النغریلہ نے اعتراض کیا حالانکہ ان آیات کا سیاق ہی مختلف ہے۔ 3۔ کسی فعل کی دو جہتوں میں اختلاف: بسا اوقات کسی فعل کی دو جہتیں ہوتی ہیں ایک جہت کی نفی اور دوسری جہت کا اثبات مقصود ہوتا ہے جس سے قاری کو بظاہر تعارض نظر آتا ہے جیسے ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی میں۔ 4۔ حقیقت اور مجاز میں اختلاف: ایک آیت میں حقیقی معنی جب کہ دوسری میں مجازی معنی مراد ہوتا ہے جس کی وجہ سے بظاہر تعارض نظر آتا ہے جیسے وتری الناس سکری وماھم بسکری ۔ ملاحظہ ہو: ابو عبداللہ بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن (بیروت: دار احیاء الکتب العربیۃ عیسی البابی الحلبی وشرکائہ، 1957ء) ج2 ص55، 54۔ جب کہ علامہ راغب الاصفہانی (م 503ھ) نے المفردات میں تناقض ایک ہی سبب لکھا ہے اور وہ ہے: محکم ومتشابہ فی القرآن۔ ملاحظہ ہو: حسین بن محمد الراغب الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن (بیروت: دارالمعرفۃ، تحقیق: محمد سید گیلانی، س ن) 443، 444۔

[41] ابن حزم، الرد علی ابن النغریلۃ، ص59۔

واقعے میں تو بہت زیادہ بد نظمی معلوم ہوتی ہے اور ایسا تعارض ہے کہ جس کی تاویل بھی نہیں کی جا سکتی، کیونکہ اس میں "بداء" پایا جارہا ہے اور حق تعالیٰ کی ذات "بداء" سے پاک ہے، وہ اس طرح کہ پہلے موسی علیہ السلام سے فرمایا کہ میں ان سے ساتھ میں نہیں جاوں گا بلکہ اپنا فرشتہ بھیجوں گا جو انہیں میرے (اللہ تعالی) کے امر کے بارے میں آگاہی دے گا لیکن موسی علیہ السلام اسی بات پر اصرار کرتے رہے کہ آپ ہمارے ساتھ جائیں حتی کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے اپنی پہلی بات سے رجوع کر لیا اور خود ان کے ساتھ چل دیے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ اس واقعے سے تو اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ثابت ہو رہا ہے اور یہ تو مخلوق کی صفات میں سے ہے اسی طرح منہ کے ساتھ منہ لگا کر بات کرنا بھی تجسیم کو ثابت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو تجسیم سے منزہ ومبرا ہیں نیز اس واقعے سے تو اللہ تعالیٰ کے فعل اور کلام میں بھی تناقض ثابت ہو رہا ہے اور ایسا تناقض کہ جس کی تاویل بھی ممکن نہیں۔

آخر میں نتیجتاً یہ بات لکھ کر جواب ختم کیا ہے: فلوفکر هذا الوقاح الزنديق فی مثل هذا وشبهه لزجره عن التعرض لما لا سبيل له اليه وحسبنااللہ تعالی ونعم الوكيل [42] "اگر یہ زندیق گستاخ تورات میں مذکور اس طرح کے واقعات کو پڑھ لیتا تو شاید قرآن مجید کے بارے میں ایسے اعتراضات نہ کرتا جس میں کسی قسم کی کوئی کجی نہیں اور وہ ہر طرح کے نقص، شبہ اور تعارض سے پاک ہے، اور اللہ ہی ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے"۔

اعتراض

علامہ ابن حزم نے ابن نغریلہ کے ایک اور اشکال کا جواب بھی دیا ہے جو سورۃ یونس کی ایک آیت پر کیا ہے چنانچہ اس کے اشکال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ثم ذكر هذا الزنديق الجاهل قول الله تعالىٰ مخاطبا لنبيه عليه فَاِنْ كُنْتَ فِىْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَئُ وْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ[43] ،قال هذا المجنون: فهذا محمد كان فی شک مما ادعاه[44] "پھر اس زندیق جاہل نے اللہ تعالیٰ کے قول پر اعتراض کیا ہے جس میں انہوں نے اپنے نبی ﷺ سے خطاب فرمایا ہے: پس اگر آپ کو اس چیز پر شک ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے تو پھر اہل کتاب سے پوچھ لیجئے تحقیق آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق آیا ہے، وہ مجنون کہتا ہے کہ معاذ اللہ نبی ﷺ کو اپنی نبوت اور کتاب میں شک تھا۔"

جواب

---

[42] ابن حزم، الرد علی ابن النغریلۃ، ص59۔

[43] سورۃ یونس:94۔

[44] ابن حزم، الرد علی ابن النغریلۃ، ص60۔

علامہ ابن حزم نے سب سے پہلے اس سوال کا عقلی جواب دیا ہے اور پھر بعد میں نحوی وجوہ سے استفادہ کرتے ہوئے جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

عقلی جواب

اگر خدانخواستہ نبی ﷺ کو اپنی نبوت میں شک ہوتا اور قرآن کے اترنے میں کوئی تردد ہوتا تو کیا آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی اس طرح سے دعوت دیتے؟۔ کہ اسی دعوت کی وجہ سے کفار تشدد کا نشانہ بناتے، جھگڑا کرتے، نام دھرتے اور لوگوں کو ملنے سے روکتے تھے اور اسی دعوت کی وجہ سے آپ ﷺ کو مجنون، ساحر اور کاہن کہا جاتا۔ لیکن ان سب کے باوجود آپ توحید کا پرچار کرتے رہے۔ جس شخص کو اپنے مدعیٰ پر یقین نہ ہو وہ اس طرح یکسو ہو کر کیسے دعوت دے سکتا ہے۔ نبی ﷺ کا یکسو ہو کر دعوت دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی نبوت میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں تھا[45]۔

آیت کی تفہیم میں نحوی وجوہ سے استفادہ

علامہ ابن حزم نے آیت کی تفہیم میں نحوی وجوہ سے بھی استفادہ کیا ہے، اور پھر اپنے موقف کی تائید میں دیگر قرآنی آیات سے بھی استدلال کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:ولیعلم ان "ان" فی هذه الآیة لیست التی بمعنی الشرط۔۔۔فهی هنا بمعنی "ما" وهذا المعنی هو احد موضوعاتها فی اللغة العربیة ،کماقال تعالیٰ آمرا نبیة صلی الله علیه وسلم ان یقول : اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ[46]کما ذکر الله عزوجل عن الانبیاء انهم قالوا: اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ[47]وکما قال تعالیٰ مخبرا عن النسوة اذ راین یوسف علیه السلام فقلن: اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ[48] "جاننا چاہیے کہ مذکورہ آیت میں لفظ" ان " شرطیہ نہیں ہے بلکہ یہاں" ما" نافیہ کے معنی میں ہے۔اور قرآن مجید میں بکثرت لفظ " ان"مانافیہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ان نحن الا بشر مثلکم میں ان مانافیہ کے معنی میں ہے اسی طرح ان انا الانذیر وبشیر میں بھی لفظ "ان " مانافیہ کے معنی میں ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام کے دیکھنے والی عورتوں نے بھی یہی کہا تھاان هذا الاملک کریم تو یہاں بھی" ان"مانافیہ کے معنی میں ہے۔تو آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ کو اپنی وحی میں

---

[45] ابن حزم، الرد علی ابن النغریلة، ص60۔

[46] سورۃ الاعراف:188

[47] سورۃ ابراہیم:11

[48] سورۃ یوسف:31

کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ اس کے باوجود اگر آپ اپنے اعداء اہل کتاب سے بھی پوچھیں گے تو انہیں بھی آپ کے سچے ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔

مقالہ نگار کی نظر میں علامہ ابن حزم اس اشکال کا اتنا جاندار اور جامع جواب نہیں دے پائے جس طرح وہ اپنی اس کتاب میں دیگر اشکالات کے جواب دیتے رہے ہیں۔ عقلی جواب کے بعد صرف نحوی وجوہ سے استفادہ کرتے ہوئے نظر آئے ہیں اگرچہ اپنے مستدل کی تائید میں دیگر آیات کو بھی پیش کیا ہے لیکن ان کے جواب میں بہر حال تشنگی بر قرار ہے۔ لیکن امام رازی (م606ھ) نے اس آیت کی تفسیر میں بہت جامع اور مدلل گفتگو کی ہے جس سے قاری کے دل میں پیدا ہونے والے ہر قسم کے شبہات رفع ہو جاتے ہیں[49]۔

---

[49] علامہ رازی (م606ھ) نے مذکورہ بالا آیت کی مختلف توجیہات ذکر کی ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے: 1۔ اس آیت میں اگرچہ خطاب نبی ﷺ کو ہے لیکن اس سے مراد امت کے لوگ ہیں۔ اور قرآن مجید میں ایسا اکثر ہوا ہے کہ بظاہر خطاب آپ ﷺ کو کیا جاتا ہے مگر مراد دیگر لوگ ہوتے ہیں۔ جیسے یا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلا تُطِعِ الْكافِرِينَ وَالْمُنافِقِينَ سورة الاحزاب:1 وَكَقَوْلِهِ: لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ سورة الزمر:65 وكقوله:يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ سورة المائدة:116 اے نبی ﷺ اللہ سے ڈریے اور کافروں اور منافقین کی اتباع مت کیجئے، اسی طرح ارشاد ربانی ہے: اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے، اسی طرح فرمایا: اے عیسی بن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اپنا معبود بناؤ؟ پھر اس توجیہ کی تائید اسی سورت کی آگے آنے والی ایک اور آیت سے ہو رہی ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ دِينِي سورة يونس:104 اے لوگو! اگر تمہیں میرے دین کے بارے میں کوئی شک ہے" تو اس آیت میں پچھلی آیت کی مزید توضیح ہو گئی ہے کہ پہلی آیت میں شک کی نسبت کنایۃً آپ ﷺ کی طرف کی تھی لیکن بعد میں آنے والی آیت شک کی توضیح کر دی کہ اصل میں شک لوگوں کو تھا نہ آپ ﷺ کو۔ اگر بالفرض نبی ﷺ کو اپنی نبوت میں کسی قسم کا شک ہو تا تو (معاذاللہ) اس سے پوری شریعت ہی منہدم ہو جاتی۔ اسی طرح اگر نبی ﷺ کو شک ہے تو اہل کتاب سے پوچھنے سے وہ شک کیسے دور ہو گا جب کہ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ان کی تمام کتب محرف ہیں ان میں تبدیلی آچکی ہے اس لیے ثابت ہوا کہ اگرچہ خطاب آپ ﷺ کی ذات کو ہے مگر مراد امت ہے۔ اور ایسا ہوتا رہتا ہے کوئی محال چیز نہیں ہے جیسے کوئی بادشاہ ایک لشکر تیار کرواتا ہے اور اس پر کسی کو امیر مقرر کرتا ہے اس امیر کے تحت بہت ساری فوج ہوتی ہے، اب اگر بادشاہ اس فوج کو کوئی حکم صادر کرنا چاہے تو عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ امیر لشکر کو حکم دے دیتا ہے جس سے ساری فوج کو پتہ چل جاتا ہے۔

2۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کو اپنی نبوت میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے لیکن اس مضمون کو اتارنے کا مقصد یہ ہے کہ جب آپ ﷺ اس کو سنیں گے تو کہیں گے کہ اے اللہ! نہ تو مجھے اپنی نبوت میں شک ہے اور نہ ہی میں اہل کتاب کے پاس تصدیق کے لیے جاؤں گا بلکہ میرے لیے تو آپ کے نازل کردہ دلائل ظاہرہ اور براہین قاطعہ ہی کافی ہیں۔ اس توجیہ کی تائید بھی قرآن پاک کی دیگر آیات سے ہوتی ہے مثلاً فرشتوں سے فرمایا: أَهؤُلاءِ إِيَّاكُمْ كانُوا يَعْبُدُونَ سبأ: 40 اس آیت کا مقصود یہ تھا کہ فرشتے اس کے جواب میں کوئی صراحت کریں گے اور وہی ہوا کہ فرشتوں نے جواباً عرض کیا: سُبْحانَكَ أَنْتَ وَلِيُّنا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ سَبَأ: 41۔

خلاصہ بحث:

کفار و مشرکین اور اعدائے اسلام کی روزِ اول سے ہی یہ کوشش رہی ہے کہ قرآن کریم کے بارے میں شبہات پیدا کیے جائیں ، جس کی وجہ سے اس کلام پر مختلف قسم کے اعتراضات کیے گئے۔ جن میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ اس کی آیات میں باہم تعارض ہے۔ اس قسم کے شبہات زیادہ تر ان آیات پر کیے گئے ہیں جن کا تعلق متشابہات سے ہے۔ پانچویں صدی ہجری میں بھی ایک یہودی عالم نے قرآن مجید کی بعض آیات پر تعارض کا شبہ پیش کیا تھا جس کا جواب اس وقت کے ایک فقیہ، محدث اور متبحر عالم علامہ ابن حزم الاندلسی نے اپنے ایک رسالہ **الرد علی ابن النغریلہ الیہودی** میں دیا تھا۔ علامہ ابن حزم نے اپنے اس رسالے میں جو منہج اختیار کیا ہے موجودہ زمانے میں کفار و ملحدین اور مستشرقین کی طرف سے کیے جانے والے شبہات کے رد میں اس قسم کا طرز و منہاج ایک محقق کے لیے بہت زیادہ مدد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ دلیل کی پختگی اور اپنے مدعی کو منوانے کے لیے یہ منہج تریاق کا کام دے سکتا ہے۔ رسالہ ہذا میں جابجا تورات کے حوالے علامہ ابن حزم کے قدیم مذاہب پر گہری نظر اور بالخصوص یہودی مصادر و مآخذ پر واقفیت اور دسترس کی بہترین مثال ہیں۔ معترض کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے دیگر قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں، جس سے اس آیت میں پائے جانے والا ظاہری ابہام دور ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات اپنے موقف پر حدیث کو بھی بطور استشہاد کے پیش کر دیتے ہیں۔ مزید برآں معترض کے ہر سوال کے جواب میں تورات سے شواہد بھی پیش کرتے ہیں۔

3۔ بظاہر یہ جملہ شرطیہ ہے لیکن نہ تو اس میں شرط مقصود ہے اور نہ ہی جزا، جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ اگر پانچ کا عدد جفت ہے تو یقینا دو پر برابر تقسیم بھی ہو گا، یہ بات درست ہے کیونکہ اگر پانچ جفت ہے تو دو پر برابر تقسیم بھی ہو گا۔ لیکن نہ تو پانچ جفت ہے اور نہ ہی دو پر برابر تقسیم ہو سکتا ہے۔ آیت مذکورہ میں بھی یہی طرز اختیار کیا گیا ہے کہ نہ تو آپ ﷺ کو اپنی نبوت پر کوئی شک تھا اور نہ ہی آپ ﷺ نے اہل کتاب سے پوچھا۔ اس طرح کا مضمون نازل کرنے کا سب سے بڑا مقصد دلائل کی تقویت سے آپ ﷺ کے قلب کی تسکین ہے۔

4۔ مذکورہ آیت کا مفہوم ایسے ہی ہے جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۔الْأَنْبِيَاءِ: 22 اگر زمین و آسمان میں دو الہٰ ہوتے تو پھر ان میں فساد ہوتا۔ جب کہ زمین و آسمان میں کسی قسم کا کوئی فساد نہیں، پتہ چلا کہ الہٰ بھی صرف اور صرف ایک ہی ہے، بالکل اسی طرح اگر نبی ﷺ سے فرمایا گیا اگر آپ کو ﷺ اپنی نبوت پر شک ہے تو اہل کتاب سے پوچھ لیں۔ جب کہ آپ ﷺ نے اہل کتاب سے کوئی تصدیق نہیں کروائی، آپ ﷺ کا اہل کتاب سے تصدیق نہ کروانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی نبوت پر کسی قسم کا کوئی شک نہیں تھا۔ ملاحظہ ہو: ابو عبد اللہ محمد بن عمر الرازی، مفاتیح الغیب (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 1420ھ) ج 17 ص 301۔